

سیرت نبوی کے مآخذ پر جدید اردو تحقیقات

پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی

سیرت نبوی کے مصادر و مآخذ کا تاریخی ارتقاء

تالیف و تدوین سیرت اور اس کے ارتقاء سے بحث میں عام طور سے جدید اردو سیرت نگاروں کا اتفاق ملتا ہے کہ حضرات عروہ بن زبیرؓ اور امام زہریؒ اور ان کی کتب مغازی سے مغازی و سیرت کا کام مذاق پیدا ہو گیا تھا۔ مولانا شبلی نعمانیؒ نے حضرت عروہ بن زبیرؓ کی خدمت سیرت کو قریب قریب نظر انداز کر کے امام زہریؒ کے سراسر کی قبولیت عام کا سہرا باندھا ہے۔ مولانا عبدالرؤف دانا پوریؒ نے تدوین سیرت کی بحث میں یہ خیال پیش کیا ہے کہ ”حضور ﷺ کے سنن کو سب سے پہلے امام ابن شہاب زہریؒ نے جمع کیا۔ یہ روایت بھی ہے کہ مغازی کو بھی سب سے پہلے انہی نے مرتب کیا... امام زہریؒ سے پہلے سیرت اور حدیث کے عالموں میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا۔ البتہ بعض علماء صاحب المغازی کے نام سے مشہور تھے... امام زہریؒ اپنے وقت کے چار ائمہ حدیث و سیر: ابن المسیبؒ (مدینہ میں) شعیؒ (کوفہ میں) حسن بصریؒ (بصرہ میں) اور مکحولؒ (شام میں) کے فیض یافتہ تھے...“۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے اس پر زیادہ بحث نہیں کی، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ تدوین سیرت اور کتب مغازی سے تعرض ہی نہیں کیا۔ البتہ مولانا شبلیؒ نے تمام مشہور صاحبان مغازی کا ذکر کیا ہے اور ان کی کتابوں اور خدمات کا مختصر تجزیہ بھی کیا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ اور ان سے قبل ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے تدوین سیرت اور کتب سیرت کا سلسلہ حضرت عروہ بن زبیرؓ اور ان کے بعد امام زہریؒ سے جاری ہونے کا خیال ظاہر کیا ہے۔ ان دونوں کے ہاں کافی تفصیلات بھی ملتی ہیں اور تجزیہ بھی ہے۔

مولانا شبلیؒ نے ایک نقشہ/ جدول کی شکل میں فن سیرت کے ارکان اور معتمد اور ان

کی تصنیفات کی تفصیل پیش کی ہے:

- ۱- عروہ بن زبیر (۹۴/۱۳، ۲- شعبی (م ۱۰۹/۷۲)، ۳- وہب بن منہب (۱۱۴/۳۲)،
 - ۴- عاصم بن عمر (۱۲۱/۳۹)، ۵- زہری (۱۲۴/۴۲)، ۶- یعقوب بن عتبہ (۱۲۸/۴۶)،
 - ۷- مغیرہ بن اخنس ثقفی (؟)، ۸- موسیٰ بن عقبہ (۱۴۱/۵۸)، ۹- ہشام بن عروہ
 - (۱۴۶/۶۳)، ۱۰- ابن اسحاق (۱۵۰/۶۷)، ۱۱- معمر بن راشد ازدی (۱۵۲/۶۸)،
 - ۱۲- عبدالرحمن اوسی (۱۶۲/۷۷)، ۱۳- محمد بن صالح التمار (۱۶۸-۸۵)، ۱۴- ابو معشر نجیح
 - مدنی (۱۷۰/۸۷)، ۱۵- عبداللہ بن جعفر مخزومی (۱۷۰/۸۷)، ۱۶- عبدالملک بن محمد
 - انصاری (۱۷۶/۹۲)، ۱۷- علی بن مجاہد رازی (۱۸۰/۹۶)، ۱۸- زیاد بن عبداللہ بکائی
 - (۱۸۳/۹۹)، ۱۹- سلمہ بن الفضل الابرش (۱۹۱/۸۰۶)، ۲۰- یحییٰ بن سعید اموی
 - (۱۹۴/۸۱۰)، ۲۱- ولید بن مسلم قرشی (۱۹۵-۸۱۱)، ۲۲- یونس بن بکیر (۱۹۹-۸۱۵)،
 - ۲۳- واقدی (۲۰۷/۸۲۲)، ۲۴- یعقوب بن ابراہیم (۲۰۸/۸۲۳)، ۲۵- عبدالرزاق بن
 - ہمام (۲۱۱/۸۲۶)، ۲۶- ابن ہشام (۲۱۳/۸۲۸)، ۲۷- علی بن محمد مدائنی (۲۲۵/۸۴۰)،
 - ۲۸- عمر بن شعبہ (۲۶۲/۸۷۶)، ۲۹- محمد بن عیسیٰ ترمذی (۲۷۹/۸۹۲)، ۳۰- ابراہیم بن
 - اسحاق (۲۸۵/۸۹۸)، ۳۱- ابوبکر بن ابی خثیمہ (۲۹۹/۹۱۲)، ۳۲- محمد عائد دمشقی (؟)۔
- مولانا شبلی نعمانی نے مابعد کی تصنیفات کا مختصر ذکر کیا ہے، کیونکہ ”یہ تصنیفات قدیم تصنیفات اور احادیث کی کتابوں سے ماخوذ ہیں... جو قدما کی تصنیفات کے متعلق شرح کے طور پر لکھی گئی ہیں۔ ان کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا کہ یہ فی نفسہ مستقل تصنیفات ہیں اور ان میں جس قدر ذخیرہ معلومات ہے خود اصل کتابوں میں نہیں“۔ یہ فہرست مختصر ادرج ذیل ہے:

- ۱- امام عبدالرحمن سیہلی (م ۵۰۱/۱۱۰۸)، الروض الانف (روض الانف)، اکابر محدثین میں سے تھے، ماخذ ہے۔

- ۲- حافظ عبدالمومن دمیاطی (م ۷۰۵/۱۳۰۶)، سیرت دمیاطی: المختصر فی سیرۃ سید البشر- متعدد سیرت نگاروں کا ماخذ ہے۔

- ۳- علاء الدین علی بن محمد خلاطی (م ۷۰۸/۱۳۰۸)، سیرت خلاطی

- ۴- شیخ علی بن محمد گازی (م ۶۹۴/۱۲۹۵)، سیرت گازی
- ۵- یحییٰ بن حمیدہ (م ۶۳۰/۱۲۳۳)، سیرت ابن ابی طے
- ۶- حافظ مغلطائی (؟)، سیرت مغلطائی۔ مشہور کتاب ہے، مصر میں چھپ گئی ہے، علامہ عینی نے اس کی شرح لکھی ہے۔ ۳
- ۷- حافظ ابوسعید عبدالملک نیشاپوری (م؟)، شرف المصطفیٰ۔ حافظ ابن حجر الاصابہ میں اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ رطب و یابس کی جامع ہے۔
- ۸- حافظ ابن جوزی (م؟)، شرف المصطفیٰ، (صحیح عنوان نہیں دیا اور نہ سنہ وفات لکھا ہے)۔
- ۹- سلیمان بن موسیٰ کلاعی (م ۶۳۴/۱۲۳۷)، اکتفاء فی مغازی المصطفیٰ والخلفاء الثلاثہ۔ اکثر کتابوں میں حوالے آتے ہیں۔
- ۱۰- ابن عبدالبر (؟)، سیرت ابن عبدالبر۔ محدث و امام مشہور ہیں، اکثر کتابوں میں حوالے آتے ہیں۔ ۴
- ۱۱- ابن سید الناس (م ۴۳۲/۱۳۳۲)، عیون الاثر۔ نہایت متین اور جامع ہے، معتبر کتابوں کو مآخذ قرار دیا ہے۔ ۵
- ۱۲- ابراہیم بن محمد (؟) نور النبر اس فی سیرۃ ابن سید الناس۔ عیون الاثر کی شرح، محققانہ اور خزینہ ہے۔
- ۱۳- حافظ زین الدین عراقی (؟)، سیرت منظوم۔ اس میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ دیباچہ میں خود لکھا ہے۔
- ۱۴- امام قسطلانی (؟)، مواہب لدنیہ۔ مشہور کتاب اور متاخرین کا مآخذ ہے۔ ہزاروں موضوع اور غلط روایات اس میں پائی جاتی ہیں۔
- ۱۵- امام زرقانی (؟)، زرقانی علی المواہب۔ ”مواہب لدنیہ کی شرح ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ سہیلی کے بعد کوئی کتاب اس جامعیت اور تحقیق سے نہیں لکھی گئی...“ (یہ بھی ربط و یابس کا مجموعہ ہے)

۱۶- امام حلبی (؟)، سیرتِ حلبیہ - مشہور اور متداول ہے۔

دوسرے اردو سیرت نگاروں میں مولانا دانا پوریؒ اور مولانا کاندھلویؒ وغیرہ نے قدامت و متاخرین کی تصانیف سیرت کی ایسی جدولیں دی ہیں نہ ان پر تبصرہ و نقد کیا ہے۔ انھوں نے چند صاحبانِ مغازی کا ذکر کر کے بنیادی مآخذ پر توجہ مرکوز کی ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے پہلے مستشرق و سٹنفیلڈ (Wustenfled) کی فہرست مؤلفین سیرت نقل کی ہے جو اولین دور کے تھے، پھر اس پر اپنا اضافہ کیا ہے جن میں ابان بن عثمانؒ، عاصم بن عمر بن قتادہؒ، شرحبیل بن سعدؒ، ابوالاسود دقیم عروہؒ، سلیمان بن طرخان تمیمیؒ، ولید بن کثیر مخزومیؒ، یزید بن ابی حبیبؒ (مصری استاذ ابن اسحاق)، معمر بن راشد شامل ہیں۔ موصوف نے ان میں سے صرف یزید بن ابی حبیب مصری کے بارے میں مختصر تذکرہ کیا ہے اور ان کی خدمت سیرت کا کچھ نمونہ دیا ہے۔ باقی مؤلفین سیرت کا صرف ذکر خیر ہی ہے، ان کی خدمات سیرت کا کوئی ذکر نہیں ہے اور بسا اوقات کتابوں کے عناوین بھی نہیں ہیں۔ ۱

ہمارے معاصر محقق و عالم ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے منہاج سیرت کے ضمن میں چند قدامت کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ محدثانہ اسلوب کے بیان میں طریقہ محدثین کے علاوہ صرف مستند کتب حدیث کا عمومی حوالہ دیا ہے اور شیخین کے نامی گرامی کا ذکر کیا ہے۔ مؤرخانہ اسلوب میں حضرت عروہ بن زبیرؒ کے بعد مشہور سیرت نگار ابن اسحاق، ابن ہشام اور واقدی کا عمومی ذکر ہے۔ مؤلفانہ اسلوب میں کسی کتاب و مصنف کا ذکر نہیں، فقہانہ اسلوب میں ساری بحث حج کی اقسام اور حجۃ الوداع پر کی ہے۔ متکلمانہ اسلوب میں اس کی تشریح ہے، مگر کتاب و مؤلف کا ذکر نہیں۔ اسی طرح ادیبانہ اسلوب میں نظم و نثر کی عام کتابوں کا حوالہ ہے۔ یہی معاملہ مناظرانہ اسلوب کا ہے کہ اس میں طریقہ کار اور مناظرانہ عام تحریروں کا حوالہ ہے اور کسی قدر ان میں تاریخی پس منظر بھی ہے۔ ۲

بعد میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے متعدد کتب سیرت کا ذکر اور ان پر تبصرہ کیا ہے۔ مگر یہ انتخاب تاریخی ارتقاء کا نہیں ہے۔ جیسے: ۱- مبارکپوری کی الرحیق المختوم، ۲- موسیٰ بن عقبہ، ۳- امام بیہقی، ۴- ابن حجر عسقلانی اور ان کی شرح بخاری، ۵- امام ترمذی کی شمائل نبوی،

سیرت نبوی کے مآخذ پر جدید اردو تحقیقات

۶- امام قتی بن مخلد، ۷- امام قرطبی کی تفسیر، ۸- حافظ ابن عبد البر کی شرح موطا اور سیرت و استیعاب، ۹- امام ابوالولید الباجی کی شرح موطا، ۱۰- ابن عبد البر کی کتاب الدرر کا الگ ذکر، ۱۱- ابن سید الناس کی عیون الاثر، ۱۲- ابن کثیر کی سیرۃ النبی، ۱۳- ابن تیمیہ کی آراء و تنقیدات البدایۃ والنہایۃ میں، ۱۴- شیخ سعید حوی مصری کی الاساس فی السنۃ، ۱۵- شیخ محمد جعفر کتانی کا الرسالة المستطرفۃ، ۱۶- شبلی کی سیرۃ النبی، ۱۷- محمد ابو شہبہ کی کتاب السیرۃ الخ، ۱۸- تاریخ طبری، ۱۹- ذہبی کی تاریخ الاسلام، ۲۰- مسعودی کی مروج الذهب، ۲۱- یعقوبی کی تاریخ، ۲۲- طبقات ابن سعد و ابن اثیر، ۲۳- ابن عساکر کی تاریخ مدینۃ دمشق، ۲۴- خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد، ۲۵- قسطلانی کی المواہب اللدنیۃ، ۲۶- سیرت شامیہ، ۲۷- شیخ علی بن محمد خزاعی کی تخریج الدلائل السمعیۃ علی ماکان فی عہد رسول اللہ ﷺ من الحرف الخ، ۲۸- شیخ عبدالحی الکتانی کی التراتیب الاداریۃ فی نظام الحکومت الاسلامیۃ وغیرہ۔

ڈاکٹر غازیؒ نے مذکورہ بالا کتب سیرت میں سے بعض پر عمدہ تبصرے کیے ہیں اور ان کی قدر و قیمت بھی جانچی ہے۔ ان میں سے اہم مراجع سیرت پر ان کے بعض تبصروں کے کچھ حصے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں جو اس عنوان کے تحت آتے ہیں:

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی فتح الباری شرح بخاری میں جا بجا سیرت کے مختلف مباحث پر گفتگو کی گئی ہے، جس کو ایک جامع نے تین جلدوں میں شائع کر دیا ہے۔ حافظ موصوف نے تمام باتیں یا روایات اصول روایت و درایت کے مطابق ہی کہی ہیں۔ انھوں نے محدثانہ انداز سے سیرت کی تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اور حدیث کے نقطہ نظر سے یہ حق ادا کیا ہے، جو مستند محدثانہ اسلوب ہے۔ ۸۔

- شائل ترندیؒ اپنے موضوع پر قدیم ترین اور مستند ترین کتاب ہے۔ شائل نبوی

اس کا موضوع ہے اور وہ جامع و کامل ہے۔ ۹۔

- حافظ ابن عبد البر تفسیر، حدیث، سیرت اور تذکرہ کے ماہرین اور عظیم ترین

محدثین و علماء میں سے تھے۔ ان کی کتاب سیرت نے حدیث کے نقطہ نظر سے روایات سیرت کو دور تدوین میں جمع کیا۔ وہ مستند ترین روایات پر مبنی ہے۔ ان کی تذکرہ صحابہ کی کتاب

الاستیعاب بھی معتبر ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب سیرت و تذکرہ میں موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحاق، عروہ بن زبیر وغیرہ جیسے صاحبانِ مغازی و سیر کا کام جمع کر دیا ہے۔

- ابن سید الناس کی عیون الاثر ایک طرح سے ابن عبدالبر کی کتاب کی تکمیلی جلد

ہے کہ انھوں نے مغازی، شمائل اور سیرت کو جمع کر دیا ہے۔ ان کا دوسرا اہم کام یہ ہے کہ ابن اسحاق اور واقدی کے بیانات کا گہرائی سے جائزہ لیا اور ان پر محاکمہ کر کے ان کو مستند قرار دیا۔

- ابن کثیر کی کتاب سیرت دور متوسط میں محدثانہ نظر سے لکھی جانے والی آخری

کتاب ہے۔ اس میں انھوں نے غیر مستند کو مستند سے الگ کیا اور اسرائیلیات کی تنقیح کی۔ ان کی جامع کتاب تاریخ البدایہ والنہایہ - استیعاب واستقصاء کے دور میں لکھی گئی اور بے مثال ہے۔

- مورخ و مفسر اور محدث و فقیہ طبری کی تاریخ میں سیرت کا حصہ بھی ہے، جس میں قدیم

مصادر و مآخذ کا بڑا حصہ انھوں نے سمو کر محفوظ کر دیا ہے۔ وہ مورخین و محدثین دونوں کے اسلوب کے جامع تھے۔ روایات کی سند واقعہ بیان کرتے ہیں اور شواہد پیش کرتے ہیں۔ مستند کتاب ہے۔

- امام ذہبی کی کتاب مستند ہے، جب کہ مسعودی و یعقوبی میں صحیح و غلط مواد بھی ہے۔

طبقات ابن سعد اپنے فن کی اولین کتاب ہے۔ مستند، غیر معمولی، قیمتی اور دلچسپ خزانہ ہے۔ وہ محدثین سے زیادہ مورخین کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاریخ خطیب و ابن عساکر بھی عمدہ ہیں۔

- قسطلانی کی مواہب لدنیہ اور زرقانی کی شرح المواہب جامع قاموس کتابیں ہیں

اور ضخامت کی وجہ سے بعض کم زور روایات بھی ان میں پائی جاتی ہیں۔

سیرت نبوی کے اصل مراجع

اردو سیرت نگاروں نے اپنے مقدمات اور دیباچوں میں تمام اہم کتابوں کو دو چار

ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ شبلی نے قدماء اور مابعد کی تصانیف کی دو قسمیں کی ہیں۔ ڈاکٹر غازی نے

دور اول، دور متوسط اور دور جدید و جامعیت کی تین تقسیمیں کی ہیں۔ ان میں سے بعض کی ذیلی

تقسیمیں کی جاسکتی ہیں اور کی بھی گئی ہیں، جیسے موخر الذکر نے مختلف مناج و اسالیب کے لحاظ

سے کی ہیں۔ ان میں تمام کتابوں پر نہ سہی، بیش تر مصادر سیرت پر عام جائزے ملتے ہیں۔ ان

سیرت نبوی کے مآخذ پر جدید اردو تحقیقات

کو ایک طرح سے سرسری و طائرانہ کہا جاسکتا ہے۔ ان تبصروں پر نقد بھی کیا جاسکتا ہے اور ان سے اختلاف بھی کیا جاسکتا ہے کہ ان میں بعض شدید قسم کے تسامحات ہیں، جو عمومی انداز کے سبب آئے ہیں۔ اس کے بعد اصل اور بنیادی قسم کے مراجع پر بحث کی ہے، جو مفصل اور تحقیقی بھی ہے۔ بعض دوسروں نے بھی ان مراجع پر نظر ڈالی ہے۔

رحمان ساز و عہد آفریں شبلی نعمانی نے سیرت کی اجمالی اور سادہ تاریخ کے بعد قطعیت کے ساتھ صراحت کی ہے کہ ”سیرت پر اگرچہ سیکڑوں تصنیفیں موجود ہیں، لیکن سب کا سلسلہ جا کر صرف تین چار کتابوں پر منتهی ہوتا ہے: سیرت ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد، طبری۔ ان کے علاوہ جو کتابیں ہیں وہ ان سے متاخر ہیں اور ان میں جو واقعات مذکور ہیں، زیادہ تر ان ہی کتابوں سے لیے گئے ہیں۔“

”ان میں سے واقدی تو بالکل نظر انداز کر دینے کے قابل ہے۔ محدثین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ وہ خود اپنے جی سے روایتیں گھڑتا ہے۔ اور حقیقت میں واقدی کی تصنیف خود اس بات کی شہادت ہے۔ ایک ایک جزئی واقعہ کے متعلق جس قسم کی گونا گوں اور دلچسپ تفصیلیں وہ بیان کرتا ہے، آج کوئی بڑا سے بڑا واقعہ نگار چشم دید واقعات اس طرح قلم بند نہیں کر سکتا۔“

”واقدی کے سوا باقی اور تینوں مصنفین اعتبار کے قابل ہیں“

”ابن اسحاق کی نسبت اگرچہ امام مالک اور بعض محدثین نے جرح کی ہے، تاہم ان کا یہ رتبہ ہے کہ امام بخاری اپنے رسالہ جزء القراءة میں ان کی سند سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور ان کو صحیح سمجھتے ہیں۔“

”ابن سعد اور طبری میں کسی کو کلام نہیں، لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں کا مستند ہونا ان کی تصنیفات کے مستند ہونے پر چنداں اثر نہیں ڈالتا۔ یہ لوگ خود شریک واقعہ نہیں، اس لیے جو کچھ بیان کرتے ہیں راویوں کے ذریعہ بیان کرتے ہیں، لیکن ان کے بہت سے رواۃ ضعیف الروایۃ اور غیر مستند ہیں۔“

”اس کے علاوہ ابن اسحاق کی اصل کتاب (ہندوستان میں) موجود نہیں۔ ابن ہشام نے ابن اسحاق کی کتاب کو ترتیب و تہذیب کے بعد جس صورت میں بدل دیا وہی آج

موجود ہے۔ لیکن ابن ہشام نے ابن اسحاق کی کتاب کو زیادہ بکائی کے واسطے سے روایت کیا ہے۔ بکائی اگرچہ رتبہ کے شخص ہیں، تاہم محدثین کے اعلیٰ معیار سے فروتر ہیں۔ ابن مدینی (امام بخاری کے استاد) کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے... ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ استناد کے قابل نہیں، نسائی کہتے ہیں: وہ ضعیف ہے۔“

- ”ابن سعد کی نصف سے زیادہ روایتیں واقدی کے ذریعہ سے ہیں۔ اس لیے ان روایتوں کا وہی رتبہ ہے جو خود واقدی کا رتبہ ہے۔ باقی رواۃ میں بعض ثقہ ہیں اور بعض غیر ثقہ۔“
- ”طبری کے بڑے بڑے شیوخ روایت مثلاً سلمۃ ابرش، ابن سلمہ وغیرہ ضعیف الروایۃ ہیں۔“

- ”اس بنا پر مجموعی حیثیت سے سیرۃ کا ذخیرہ کتب حدیث کا ہم پلہ نہیں، البتہ ان میں سے تحقیق و تنقید کے معیار پر جواز تر جائے وہ حجت اور استناد کے قابل ہے۔“
- مولانا شبلی نے اس کے بعد سیرت کی کتابوں کی کم مائیگی کے اسباب سے بحث کی ہے جو نادرونیاب ہے:

”۱- تحقیق و تنقید کی ضرورت احادیث احکام کے ساتھ مخصوص کردی گئی اور روایات سیرت و فضائل میں احتیاط نہیں کی گئی۔

۲- جس قدر تحقیق و تنقید کا درجہ بڑھتا جاتا ہے مبالغہ آمیز روایتیں گھٹتی جاتی ہیں۔ سیرت کی بیش تر کتابوں میں ایسی کم زور روایتیں درج ہو گئیں۔

۳- محدثین کے اصول روایت کو اکثر سیرت نگاروں نے نظر انداز کر دیا: کہ سلسلہ روایت میں انقطاع نہ ہو، صحابہ سے میلاد کی روایات مروی نہیں، مغازی کا بڑا حصہ امام زہری سے منقول ہے، لیکن اکثر روایات ابن ہشام و ابن سعد منقطع ہیں۔ نام و مصنفین نے مستند احادیث کی کتابوں سے کام نہیں لیا، جن سے عقدے کھل جاتے، مصنفین سیرت میں سے بعض جیسے دمیاطی نے محسوس کیا کہ سیرت کی کتابوں میں صحیح حدیثوں کے خلاف بہت سی روایتیں درج ہو گئیں، لیکن ان کے عام و اشاعت پذیر ہونے کی وجہ سے تدارک نہ کیا جاسکا۔

۴- متقدمین کی تمام روایات کو متاخرین نے مستند سمجھ لیا، حالانکہ وہ مستند نہ تھیں۔

سیرت نبوی کے مآخذ پر جدید اردو تحقیقات

صحابہ ورواۃ کے اختلاف مراتب کا فرق بھی نہیں ملحوظ کیا گیا۔

۵۔ واقعہ کی نوعیت کے لحاظ سے شہادت اور روایت ہونی چاہے۔ روایت میں

واقعہ اور قیاسِ راوی کا فرق نہیں سمجھا گیا، وغیرہ۔“ ۱۱

مولانا دانا پوریؒ نے امام السیر والاخبار محمد بن اسحاق بن یسار اور موسیٰ بن عقبہ کی روایات اور تصنیفات کو فنِ سیرت کو مستقل فن بنانے کا آغاز قرار دیا ہے کہ ”مغازیٰ موسیٰ بن عقبہ اور مغازیٰ ابن اسحاق سیرت کی پہلی دو تصنیفات ہیں۔ اس فن میں پیچھے جتنی کتابیں لکھی گئی سب کی بنیاد ان دو کتابوں پر ہے۔ دونوں بڑے مرتبہ کے محدث تھے۔ موسیٰ بن عقبہ پر تو کسی کو اعتراض نہیں، مگر ابن اسحاق پر امام مالک نے جرح کی ہے۔ محدثین کی بڑی جماعت اس جرح کو قبول نہیں کرتی اور شاید اسی جرح کی وجہ سے محدثین نے یہ قاعدہ بنایا کہ معاصر کی جرح معاصر کے حق میں مقبول نہ ہوگی، گو جرح کرنے والا کسی مرتبہ کا ہو... مگر ان کی جرح کے باوجود تمام اصحابِ سنن نے محمد بن اسحاق کی روایت لی۔ امام بخاری نے بھی تعلیقات میں ان کا ذکر کیا ہے... اور جزء القرآن میں ان کی روایت کو صحیح کہا ہے۔ یحییٰ بن سعید، سفیان ثوری، نخعی، ابن عیینہ جیسے محدثین نے ان سے روایت لی ہے۔ محمد بن اسحاق پر دو جرح ہے: اول یہ کہ وہ تدلیس کرتے ہیں، دوم اہل کتاب سے روایت لیتے ہیں...“

”واقدی نے مغازی اور سیرت پر روایات کا انبار لگا دیا اور واقعات کو اس تفصیل و تسلسل سے بیان کیا کہ خود جو شخص ان واقعات کے وقت موجود تھا وہ بھی جزئیات کو اس تفصیل سے یاد نہیں رکھ سکتا۔ واقدی کی ان تفصیلات کی وجہ سے محدثین متفق ہو گئے کہ واقدی اور ان کی روایتیں اعتبار کے قابل نہیں ہیں اور واقدی باقی محدثین متروک ہیں۔... واقدی کی روایات سیرت و مغازی اور رجال کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کی واقفیت اور تجربہ علمی سے انکار نہیں کیا جاسکتا، مگر اس میں شک نہیں کہ ان کے تفصیلی بیانات سب مشتبہ ہیں...“

”ان کے شاگرد محمد بن سعد مقبول اور بڑے پایہ کے شخص ہیں۔ ان کی کتاب طبقات ابن سعد بہت مشہور و مقبول ہے۔... طبقات کی تمام روایات قابلِ قبول نہیں اور یورپ کے واسطے سے ملنے کے سبب وہ اور بھی مشتبہ ہے۔“

”۔ موسیٰ بن عقبہ کی مغازی عرصہ ہوا مفقود ہو گئی، مگر متاخرین نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔“

۔ مغازی ابن اسحاق کا اصل نسخہ مفقود ہے، مگر ابن ہشام نے نئے طریقہ سے مغازی ابن اسحاق کو درست کیا...

۔ بہر کیف سیرۃ کی یہ تین کتابیں امہات کتب ہیں، ۱۲۔
تین ائمہ سیرت: موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحاق اور واقدی پر مولانا کا دھلوئی نے مختصر تبصرے کیے ہیں:

”۱۔ موسیٰ بن عقبہ کی مختصر سوانح کے بعد ان کی کتاب المغازی کو امام مالک کے بقول اصح المغازی قرار دیا ہے، لیکن اب اصل کتاب ناپید ہے، البتہ اس کی روایات متاخرین کے ہاں ملتی ہیں۔

۲۔ ابن اسحاق سیرت و مغازی کے امام ہیں۔ جمہور علماء نے ان کی توثیق کی ہے، مگر امام مالک نے ان پر جرح کی ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کو صدوق و مرضی بتایا ہے، مگر ان کی حدیث کو درجہ صحت سے نازل بتایا اور امام احمد ان کو حسن الحدیث فرماتے ہیں۔ متعدد دوسرے محدثین کی جرح و تعدیل نقل کر کے امام بخاری نے ان کی کوئی موصولہ روایت نہیں لی، البتہ تعلیقاً لی ہے۔ اصحاب سنن نے ان کی روایت لی ہے اور امام مسلم نے مقروناً بالغیر۔

۔ ابن اسحاق کا اصل نسخہ مفقود ہے اور ابن ہشام کی تہذیب و ترتیب کے ساتھ موجود ہے۔ ابن اسحاق پر دو جرح کی گئی ہیں: ایک تدلیس کرتے ہیں، دوم یہود وغیرہ سے روایات لیتے ہیں۔ دوسری وجہ موجب جرح نہیں....

۔ واقدی سیرت اور مغازی کے امام اور جلیل القدر عالم تھے... واقدی کے بارے میں محدثین کے الفاظ مختلف ہیں: امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، ابوحاتم، علی مدینی اور نسائی وغیرہ نے کذاب، متروک، واضح الحدیث وغیرہ قرار دیا، جب کہ یحییٰ بن معین، دارقطنی وغیرہ نے ان کو ضعیف کہا ہے، کذاب نہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے ان کی توثیق کی ہے اور ثقہ بتلایا ہے۔ ان میں زید بن ہارون، ابو عبیدہ، ابراہیم حزلی، دروردی، ابن سید الناس نے ان کو ثقہ کہا

سیرت نبوی کے مآخذ پر جدید اردو تحقیقات

ہے۔ مولانا موصوف نے حافظ ابن حجر وغیرہ کی رائے بھی نقل کی ہے اور حافظ مغلطائی کی توثیق بھی، جس پر حافظ ابن حجر کا نقد بھی ہے۔ اس پر بحث کر کے مولانا موصوف واقدی کی توثیق کی طرف مائل ہیں اور حافظ ذہبی پر نقد کرتے ہیں، جو ان کی جرح پر محدثین کا اجماع نقل کرتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ کا قول بھی لکھا ہے کہ واقدی سب سے زیادہ مغازی کے جاننے والے ہیں اور امام احمد، امام شافعی اور دیگر اہل علم واقدی کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ ان میں فتح الباری، زرقانی کی شرح المواہب اور علامہ شبلی کا خاص ذکر ہے۔“ ۱۳

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنے محاکمہ ابن اسحاق میں اس عظیم سیرت نگار پر توجہ مرکوز رکھی ہے۔ ان کے سیرتی مباحث کے اہم ترین نکات حسب ذیل ہیں:

۱۔ ابن اسحاق طبعہ موالی میں سے تھے، مگر عرب تھے اور انجیل کے جید عالم تھے۔ یہ علم اپنے دور کے علماء سے سیکھا تھا جس طرح انھوں نے علوم اسلامی - تفسیر، حدیث و فقہ خاص کر سیرت و مغازی - کو حاصل کیا تھا۔ وہ امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ امام بخاری، امام مسلم اور چاروں اصحاب سنن نے ان سے روایت کی ہے۔ بقول امام بخاری ان کے پاس ایک ہزار احادیث ایسی تھیں جو کسی دوسرے کے پاس نہ تھیں۔ احکام سے متعلق تقریباً ہزار احادیث تھیں اور مغازی کی احادیث اس کے سوا تھیں۔ وہ سب معتبر تھیں۔

۲۔ امام مالک اور امام ہشام بن عروہ کی منافرت معاشرت پر مبنی تھی اور بعد میں امام مالک نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ اور حضرت شرحبیل کے درمیان منافرت کے واقعات محض روایات بلکہ افسانے ہیں۔

۳۔ امام ابن اسحاق پر محدثین کا تدلیس کا الزام محض حدیث و تاریخ کے اسلوب کے فرق کی بنا پر ہے۔ حدیث میں مربوط قصہ نہیں ہوتا، جب کہ تاریخ و سیرت میں ہوتا ہے، لہذا امام سیرت ہر خبر اور ہر حدیث کی الگ الگ سند نہیں بیان کرتے تھے، بلکہ ایک واقعہ کی تمام روایات و احادیث کو ان کی مجموعی اسانید سے بیان کرتے تھے۔ یہ الزام نہیں، طریقہ کار کا فرق ہے اور اس سے بعض محدثین بھی مبرا نہیں۔

۴۔ ان کی کتاب سیرت کا اصل نام کتاب المبتدا والمبعث والمغازی ہے، جس

کے دوسرے عناوین بھی نقل کیے گئے ہیں۔

۵- ابن اسحاقؒ نے اپنی کتاب سیرت عراق جانے سے قبل مکمل کر لی تھی اور اس کے مدنی راوی تھے ابراہیم بن سعد (۸۴/۸۰۰)۔

۶- کوفہ میں پانچ رواۃ سے کم از کم اس کی روایات ملتی ہیں، جن میں زیاد بن عبد اللہ بکائی (۸۳/۷۹۹) اور یونس بن کبیر (۱۹۹/۸۱۵) مشہور ترین ہیں۔ باقی تین یہ تھے: عبد اللہ بن ادیس اودی (۱۹۲/۸۰۸)، عبدہ بن سلیمان (۱۸۷/۸۰۳) اور عبد اللہ بن نمیر (۱۹۹/۸۱۵) بغداد کے واحد راوی یحییٰ بن سعید اموی (۱۹۳/۸۰۹) تھے، جب کہ بصرہ کے تین رواۃ میں سلمہ بن فضل ابرش (۱۹۱/۸۰۷) مشہور ترین ہیں۔ جریر بن حازم (۷۰/۸۷۷) اور کریم بن ابی عیسیٰ (؟) نسبتاً غیر معروف ہیں۔ رے میں پانچ تلامذہ نے اپنی روایات ابن اسحاق مرتب کی تھیں: علی بن مجاہد (۱۸۹/۸۰۵)، ابراہیم بن مختار، سعید بن بزیع، عثمان بن ساج اور محمد بن سلمہ حرانی (۱۹۱/۸۰۷)۔ ابن ہشام کی کتاب السیرۃ النبویۃ زیاد بن عبد اللہ بکائی کی روایت پر مبنی ہے۔ مکتبہ قزوین کے دو قطعے یونس بن کبیر سے مروی ہیں جو سہلی کی الروض الانف کے بنیادی ماخذ ہیں اور دمشق قطعہ محمد بن سلمہ حرانی کا روایت کردہ ہے۔

۷- ابن ہشام کی روایت بکائی سے مقابلہ کرنے سے تفصیل یا معلومات کی تقدیم و تاخیر ملتی ہے، مواد قریباً یکساں ہے۔ ۱۲

ڈاکٹر غازی نے اپنے محاضرات سیرت کے پانچویں خطبے میں چند نام و سیرت نگار اور ان کے امتیازی خصائص کے زیر عنوان بحث کو ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد اور ابن ہشام تک محدود رکھا ہے اور وہ ان کو ایک طرح سے بنیادی مراجع سمجھتے ہیں۔

۱- بحث کا آغاز انھوں نے امام واقدی سے کیا ہے، جن کو سیرت کا محقق، فن کو چار چاند لگانے والا اور حیرت انگیز تفصیل دینے والا قرار دیا ہے۔ ان پر محدثین کے ایک بڑے طبقہ کے اعتراضات کا جائزہ لے کر ان کی فنی ثقافت اور سیرتی معتبریت ثابت کی ہے۔ ان سے امام خطیب بغدادیؒ کے علاوہ امام شافعیؒ نے اپنی قاموسی فقہ کتاب الام میں سیر الوادعی کے عنوان سے مواد لیا ہے۔ وہ تفسیر، حدیث و فقہ کے بھی عالم تھے اور ان کے مصنف بھی۔

سیرت نبوی کے مآخذ پر جدید اردو تحقیقات

- مغازی وسیرت پر ان کی کتاب المغازی مطبوعہ ہے اور اس فن کے علماء کی نظر میں وہ 'عالم دہر' و 'ماہرِ کل' تھے۔ انھوں نے اپنے زمانے کے تمام علماء و محدثین اور سیرت و مغازی کے ماہرین سے علم حاصل کیا تھا اور حریص محقق اور عظیم عالم تھے۔ ان کی کتاب المغازی مکمل ہے یا ناقص، کہنا مشکل ہے۔ اس میں مغازی کے علاوہ دوسرے موضوعات سیرت پر بھی کافی قیمتی مواد ہے۔

- ان کا طریقہ کار مورخین کا ہے اور 'واقدی کی جو خوبی ہے وہ محدثین کے نزدیک قابلِ اعتراض بات ہے'۔ واقدی نے غزوات کی جو تفصیلات دی ہیں وہ واقعات کے اعتبار سے دوسری کتب سیرت میں بھی ہیں۔ وہ رنگ سازی کرتے ہیں کہ جغرافیائی معلومات دیتے ہیں اور تاریخوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان کی بعض تاریخیں ابن اسحاق وغیرہ کی تاریخوں سے مختلف ہیں۔ وہ فقہی معلومات بھی دیتے ہیں جو اہم ہیں۔ عام معاشرتی زندگی اور تمدنی اور ثقافتی امور کو بھی پیش کرتے ہیں۔ ان کی منفرد جزئیات و تفصیلات کو سیرت نگاروں نے قبول کیا ہے اور بیش تر کتب حدیث خاص کر مسند احمد بن حنبل سے واقدی کی روایات کی عام تائید ہو جاتی ہے۔ ان پر محدثین کے الزامات صحیح نہیں ہیں۔ دراصل ان کے تحفظات ہیں جو تمام اسانید کو ایک متن کے لیے جمع کرنے کا تاریخی طریقہ اختیار کرنے کے سبب پیدا ہوئے ہیں۔

۲- واقدی کے مشہور ترین شاگرد ابن سعد ہیں، جن کی طبقات ابن سعد سیرت و تذکرہ صحابہ و رواۃ کی قاموس ہے۔ وہ اپنے استاد سے زیادہ مستند ہیں۔ تحقیق کے معیار اور اعلیٰ سطح کے اعتبار سے ان کو نسبتاً زیادہ اونچا مقام ملا۔ انھوں نے سب سے پہلے دلائل نبوت کا مواد جمع کیا اور معجزات اور دلائل پر قیمتی معلومات پیش کیں۔ شہابی نبوی پر بھی سب سے پہلے اتنا بڑا مجموعہ فراہم کیا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے فرامین، احکام اور وثائق کا ایک بڑا مجموعہ اپنی کتاب میں جمع کیا، جو دراصل ان کے استاد واقدی کا ہے۔

- ابن سعد عظیم محدثین کے پروردہ و پرداختہ تھے اور ان کے بیش تر اساطین نے ان کو ثقہ اور حافظ قرار دیا ہے۔ بعض محدثین نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ خطیب بغدادی نے ان تمام اقوال کو جمع کر دیا ہے۔ امام بخاری، ان کے شارح بھی ہیں اور ان کے موید و مصدق بھی۔

- طبقات ابن سعد کی پہلی دو جلدیں سیرت کے بارے میں ہیں۔ وہ ہر دور میں مستند ماخذ سمجھی گئی ہیں۔ ان سے استفادہ کرنے والوں میں بلاذری جیسے ثقہ اور قابل اعتماد مورخ بھی شامل ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن اثیر نے بھی ان پر اعتماد کیا ہے۔

۳- ابن ہشام-عبدالملک بن ہشام- ابن سعد کے بعد سیرت نگاروں میں سب سے نمایاں ہیں اور ایک واسطہ سے امام ابن اسحاق کے شاگرد بھی۔ سیرت ابن اسحاق پر ان کا کام بہت بڑا ہے اور ان کو اصل مصنف سے زیادہ شہرت ملی۔ ان کا نسخہ اتنا مقبول ہوا کہ سیرت ابن اسحاق پہلے متروک پھر مفقود ہو گئی۔ وہ اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے محدث بھی تھے، فقیہ بھی، مورخ بھی تھے اور ادیب و شاعر بھی۔ انھوں نے اپنے زمانے کے عظیم ترین علماء و ماہرین سے علوم حاصل کیے تھے۔

- ابن ہشام نے کتاب / سیرت ابن اسحاق کی تنقید و تہذیب اور ترمیم نو کی۔ کتاب المبتدا کے نام سے جو پہلی جلد تھی وہ قریب قریب پوری ہی نکال دی۔ دوسرے حصہ کتاب المبعث میں بھی کتر بیونت کر کے ان حصوں کو نکال دیا جو براہ راست سیرت سے متعلق نہ تھے۔ اپنے مقدمہ میں انھوں نے اپنی تہذیب کو واضح کیا ہے۔ اسی طرح اشعار و قصائد میں غیر معتبر کو نکال باہر کیا۔ ان وجوہ سے وہ بہت مقبول ہو گئی۔ ۱۵

۴- ابن اسحاق پر ڈاکٹر موصوف نے اس سے پہلے والے خطبہ میں بحث کی ہے، جس کا حوالہ کتاب المبتدا والمبعث والمغازی پر بحث میں دیا ہے: ”وہ تین ضخیم جلدوں میں تھی۔ وہ سیرت کے فن میں حکیم ارسطاطالیس ہیں۔ یہ روایت ممکن ہے صحیح ہو کہ اپنی کتاب خلیفہ منصور کی فرمائش پر لکھی تھی، جیسے امام مالک نے موطا، منصور کے کہنے پر لکھی تھی۔ کتاب المبتدا میں حضرت آدمؑ سے رسول اکرم ﷺ کے جد امجد معد بن عدنان تک معلومات ہیں۔ یہ حصہ بالعموم غیر معتبر سمجھا جاتا ہے کہ یہودی و عیسائی ذرائع سے جمع کیا گیا تھا۔ دوسری کتاب المبعث میں بعثت سے وفات تک کے واقعات و احوال پر بحث ہے۔ اور کتاب المغازی جنگوں پر ہے۔ اس کتاب کے تقریباً پندرہ مختلف نسخوں (Versions) کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان کے استاذ امام زہری بھی ان کے فنی تبحر کے قائل تھے۔ محدثین نے ان کے طریقہ کار کی وجہ سے ان پر اعتماد نہیں کیا، لیکن دوسرے محدثین ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ ابن سید الناس کا دفاع قابل دید ہے۔“

تنقیدی تجزیہ

علوم و فنون ہوں یا زندگی اور ثقافت کے دوسرے پہلو، وہ سب اعتدال، توازن اور انصاف کا تقاضا کرتے ہیں۔ سیرتِ نبوی اور تاریخِ اسلامی کی نگارش میں اسی طرح ان ضروری اقدارِ عالیہ مطلقہ کی حاجت ہے جیسے دینی علوم و فنون میں۔ ان کے استعمال و اطلاق سے معروضیت پیدا ہوتی ہے، وہ معروضیت جو حق و صواب کو جیسے وہ ملیں پیش کرنے سے عبارت ہے۔ معروضیت کا مطلب مشرق و مغرب میں غلط ٹکالا گیا ہے۔ وہ حق و صواب اور عقیدہ و قدر سے مبرا ہونا ہے نہ جذبہ و خیال سے عاری ہونا۔ اس کا صاف اور سادہ مطلب یہ ہے کہ مآخذ و مصادر سے دست یاب روایات و احادیث کا تنقیدی اور منصفانہ تجزیہ کیا جائے۔

مآخذ و مصادر کی معلومات اور روایات و اخبار کی چھان پھٹک جس طرح ضروری ہے اسی طرح رواۃ و مفکرین کی بھی بلاشبہ فنِ جرح و تعدیل اور ان کے اماموں کا علومِ اسلامی پر اور تہذیبِ انسانی پر احسان ہے اور ان دونوں کا خاص مقام و مرتبہ بھی ہے۔ لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ تسلیم شدہ ہے کہ وہ بسا اوقات ایک ہی شخصیت کے بارے میں مختلف و متضاد آراء بیان کرتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق ہی ایسا کرتے ہیں۔ اس علم و خیال میں متعدد وجودہ سے بسا اوقات کوتاہی ہو جاتی ہے۔ خارجی اسباب، معاشرت، چپقلش، فنی چشمک وغیرہ بھی کار سازی کرتے ہیں اور سب سے بڑا سبب غیر تنقیدی رویہ ہوتا ہے۔

سیرتِ نبوی اور تاریخِ اسلامی تو اصل اسلامی علوم و فنون۔ تفسیر و حدیث و فقہ۔ سے فروتر سمجھے جاتے ہیں۔ مفسرین و محدثین اور فقہاء کے اختلافات و تضادات نے جہاں توسع پیدا کیا ہے وہاں مسلکی اور فنی عصبیتوں کو بھی جنم دیا ہے۔ خاص فنِ سیرتِ نبوی کا معاملہ ہی نہیں تمام اسلامی علوم و فنون کا ہے کہ مؤلفین و ناقدین سلف کے بارے میں خلف کی سند لاتے ہیں۔ ان کے معاصرین، اصحاب اور تلامذہ کی آراء و افکار اور تجزیوں سے بالعموم صرفِ نظر کرتے ہیں یا ان کو متاخرین کے خیال کا تابع بنادیتے ہیں۔ سیرت کے واقعات و احوال کے بارے میں یہ رویہ پس بینی (back-projection) کے خطرناک رویہ میں ڈھل جاتا ہے جب وہ عہد

جانبی، عہد نبوی اور عہد خلافت اسلامی کے واقعات و احوال کو مابعد واقعات و خیالات کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔ بسا اوقات دو یا زیادہ متضاد آراء و خیالات میں ان کی ذاتی پسند و ناپسند اور ذہن و خیال میں راسخ رجحانات بھی کارفرمائی کرتے ہیں۔

سیرت نبوی کے مصادر و مآخذ کے سلسلے میں جدید اردو تحقیقات و نگارشات کرنے والوں نے کبھی کبھی افراط و تفریط کا رویہ اپنایا ہے، جس طرح ان کے متعدد پیش روؤں نے جرح و تعدیل میں اپنایا تھا یا سیرت کی روایات و اخبار میں صحیح چھان پھٹک نہیں کی تھی۔ یہ بہت حیرت کی بات ہے کہ عہد جدید کے بیش تر مولفین نے قدیم اور بنیادی سیرت نگاروں کے مقام و مرتبہ کا تجزیہ صرف آراء سے کیا ہے۔ مولانا شبلی، مولانا داناپوری، مولانا کاندھلوی اور متعدد دوسروں نے محدثین اور اصحاب فن رجال کے اقوال ہی پر کلی بھروسہ کیا۔ انھوں نے دو متضاد آراء و اقوال میں ترجیح دی تو محدثین اور فن سیرت و معازی کے ناقدوں کی تنقیدی آراء کو اختیار کیا۔ مولانا شبلیؒ نے امام سیرت ابن اسحاقؒ، ان کے رواۃ و تلامذہ اور امام واقدیؒ کے بارے میں خاص طور سے افراط و تفریط ہی کی۔ مولانا کاندھلویؒ نے امام واقدیؒ کی بحالی کی کوشش کی تو اقوال اصحاب رجال کے پیش نظر ان کو ضعیف ہی قرار دیا۔ مولانا داناپوریؒ، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ڈاکٹر محمود احمد غازی اور دور جدید کے بعض تجزیہ نگاروں، خاص کر مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے ان کے ساتھ انصاف کیا۔ ۱۶۔ یہ حقیقت ہے کہ امامان سیرت - ابن اسحاق و واقدی - اپنے معاصرین اور متعدد محدثین کی نظر میں امیر المومنین فی الحدیث تھے۔ وہ نہ صرف سیرت و تاریخ کے معتبر و مستند امامان زمانہ تھے، بلکہ حدیث و فقہ میں بھی ان کا ایک درجہ عالی اور اعتبار تھا۔ امام بخاری نے امام ابن اسحاق کا درجہ ثقاہت حدیث میں اس طرح بڑھایا کہ ان کی متعدد روایات و اخبار کے شواہد فراہم کیے جو امام ابن اسحاق کو نہیں ملے تھے۔ امام واقدیؒ کی روایات سیرت و اخبار محدثین کے ایک طبقہ کے نزدیک ثقہ ہیں۔ محدثین و فقہاء میں امام شافعی، امام ابو یوسف، حافظ ابن حجر عسقلانی اور بہت سوں نے نہ صرف ان کو ثقہ سمجھا، بلکہ ان ہی سے استناد بھی کیا۔ مولانا شبلیؒ نے بطور خاص اور بعض دوسروں نے عام طور سے امامان سیرت کی خدمت اور طریقہ کار کو محدثانہ اصول سے پرکھنے کی کوشش کی، حالانکہ ان کو یہ بھی تسلیم

سیرت نبوی کے مآخذ پر جدید اردو تحقیقات

ہے کہ سیرت و تاریخ میں خاص کر عہد جاہلی اور بعثت سے قبل کی حیات و عہد کے بارے میں روایات و اخبار کا وہ مرتبہ نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ اصول بھی تسلیم کرتے ہیں اور شد و مد سے اسے پیش بھی کرتے ہیں کہ سیرت و تاریخ کے واقعات و احوال میں سلسلہ علت و معلول قائم کرنا چاہیے، بالکل اسی طرح جیسے کہ واقعات و احوال کے بیان میں مسلسل بیانیہ پیش کرنا لازمی ہے، جو مفرد اخبار و احادیث کو گوندھ کر ایک سلسلہ بنانے سے ہی ہاتھ آ سکتا ہے۔ یہ تاریخی اور سیرتی طریقہ کار تھا جو محدثانہ طریق سے مختلف ہے اور اپنے فن میں لازمی بن جاتا ہے۔

مولانا شبلیؒ اور بعض دوسرے علماء سیرت نے فن سیرت اور فن سیر کو خلط ملط کر دیا، حالانکہ وہ دو الگ الگ علوم ہیں۔ بلاشبہ فن سیرت رسول اکرم ﷺ کی سوانح، احوال اور نبوی عہد کے واقعات و ارتقاءات سے وابستہ و مربوط ہے۔ سیرۃ کی جمع سیر ضرور ہے اور بعض متاخر سیرت نگاروں نے اس کو استعمال بھی کیا ہے، زیادہ تر قافیہ بندی کی وجہ سے۔ محدثین اور دوسرے علوم اسلامی کے ماہرین کی تعریفات و اقوال سے سیرت و سیر کا مفہوم بیان کرنا دخل در معقولات ہے۔ دوسری صدی ہجری سے لفظ سیرۃ اصطلاح بن گیا تھا۔ مغازی و سیر اس کے ایک نزولی حصے تھے، کل سیرت نہ تھے جیسا کہ سمجھا گیا۔ بلاشبہ قدیم ترین علماء سیرت کو صاحبان مغازی کہا گیا اور ان کی کتب کو کتب مغازی، مگر وہ ابتدائی دور ارتقاء و تالیف تھا۔ یہ دعویٰ بھی واقعات و حقائق کے خلاف ہے کہ امامان سیرت - عروہ، زہری اور خاص کر ابن اسحاق و واقدی - کی کتابیں صرف مغازی پر مبنی ہیں اور دوسرے واقعات و احوال کم تر ہیں یا مفقود۔ کتب مغازی بھی سیرت خاص کر مکی حیات طیبہ کے واقعات بیان کرتی ہیں۔ امامان سیرت ابن اسحاق و واقدی کی تالیفات سیرت تو عالمی تاریخ نبوت و اقوام سے سیرت نبوی کو جوڑتی ہیں۔ اس واقعیت کا پتہ ان دونوں کی کتابوں کے عناوین 'کتاب المبتدا و المبعث و المغازی' / کتاب التاريخ و المبعث و المغازی' سے چلتا ہے۔ مولانا شبلیؒ، ان کے خوشہ چیں مولانا دانا پوریؒ اور مولانا کاندھلویؒ وغیرہ کو ان اجزاء کتاب کا پتہ نہیں، جب کہ وہ ان کے مصادر میں موجود ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ڈاکٹر محمود احمد غازی اور بعض دوسرے جدید اردو مؤلفین سیرت اور محققین فن نے اس حقیقت کو جاننا اور پہچانا ہے۔ اولین دو اجزائے کتاب میں غزوات و سرایا یا مغازی

سرے سے موجود نہیں اور آخری حصہ میں مغازی کے ساتھ اور بہت کچھ ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور ڈاکٹر غازی وغیرہ نے اس حقیقت کو تنقیح و تجزیہ کے ساتھ پیش بھی کیا گیا ہے، حالانکہ وہ بھی ادھورا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ابن اسحاق کی اصل کتاب مفقود ہے اور صرف ابن ہشام کی تہذیب موجود ہے، جو اصل پر پیشہ زنی کرتی ہے۔ امام واقدی کی کتاب سیرت کا صرف آخری حصہ کتاب المغازی دستیاب و مطبوعہ ہے، باقی دو اولین اجزاء سرے سے مفقود ہیں۔ البتہ ان دونوں کی بہت سی روایات و اخبار اور امام واقدی کے تبصرے اور تجزیے بلا ذری، کلاعی اور ابن سید الناس وغیرہ کے ہاں ملتے ہیں۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ واقدی کی کتاب سیرت پہلے کامل مؤلف سیرت امام ابن اسحاق کے طرز پر مرتب و مہذب کی گئی تھی۔

سب سے زیادہ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام اردو تجزیہ نگاروں نے مآخذ و مصادر کا متنی تجزیہ نہیں کیا، صرف اقوال و آراء سے فیصلہ کر دیا۔ بعض معاصر محققین جیسے ڈاکٹر غازی وغیرہ نے صرف چند واقعات و معلومات کو درخور اعتنا سمجھا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنے محاکمہ کو صرف ابن اسحاق مؤلف سیرت تک محدود رکھا اور ان کی متعدد روایات کتاب کا متنی تجزیہ نہیں کیا۔ مولانا شبلیؒ اور بعض دوسرے علماء کرام کتب حدیث اور محدثین سے امامان سیرت کی روایات کے اختلافات کی بحث میں پڑ گئے۔ انھوں نے محدثین کی احادیث کو ان دونوں امامان سیرت وغیرہ کی روایات و اخبار پر ترجیح دی، حالانکہ وہ تصادم جزوی و مقامی ہے۔ ان کا یہ اصول اپنی جگہ بڑا بھلا لگتا ہے اور مسطور کن بھی کہ اختلاف کی صورت میں روایات سیرت پر احادیث محدثین کو ترجیح بہر حال ہوگی، خواہ تمام سیرت نگاروں اور امامان فن کا اجماع و اتفاق ہی کیوں نہ ہو، حالانکہ معتبر و مستند محدثین نے بھی اس ترجیح کو نہیں مانا ہے۔ حافظ مغلطائی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ دمیاطی اور ان کے متعدد پیش رو محدثین و فقہاء نے اصحاب سیرت کے اجماع کو تسلیم کیا ہے۔ اول الذکر دو امامان حدیث نے خاص کر امام بخاری کے تسامح پر گرفت کی ہے اور مؤلفین سیرت کی روایات کو ترجیح دی ہے۔ حافظ دمیاطی کے بارے میں یہ بیان کہ موصوف نے بعد میں محدثین کی آراء و روایات کو اجماع اصحاب سیرت کے خلاف ناطق بنایا تھا، مگر اپنی کتاب میں اس کو صرف اشاعت عام کی خاطر نافذ نہیں کر سکے، صحیح نہیں۔ ان کو کس

سیرت نبوی کے مآخذ پر جدید اردو تحقیقات

نے استدراک لکھنے سے روکا تھا؟ ۱۸

امامان سیرت ابن اسحاق وواقدی کی کتب سیرت کی مٹی تحقیق و تجزیہ کا معاملہ خاصا وقت طلب ہے، مگر ضروری بھی۔ روایات و اخبار و احوال و کوائف کا فرق ہر جگہ لازمی ہے کہ ان کے رواۃ و مآخذ مختلف، گونا گوں اور بہت تھے۔ اس سے زیادہ ان کی روایات و اخبار کی تنقیح و تجزیہ کی اہمیت ہے کہ دونوں امامان سیرت خاص کر اور ان کے جانشین عام طور سے اپنی روایات کو پیش کرتے وقت ان کی ثقاہت و ضعف اور درجہ بندی کا ذکر اپنے طریقے سے کرتے ہیں۔ اس میں امام ابن اسحاق و امام واقدی کے تنقیدی اشارے اور روایات و اخبار کے مرتبہ پر تبصرے سب سے زیادہ اہم ہیں۔ امام ابن اسحاق بالعموم روایات و احادیث کے ضعیف یا منکر ہونے کا ذکر واضح الفاظ میں ذرا کم کرتے ہیں، لیکن اپنے تنقیدی اشاروں۔ ”فیما زعموا / فیما یزعمون، زعموا، یقال“ وغیرہ۔ کے استعمال و اطلاق سے ان کی کم مائیگی بتا دیتے ہیں۔ ان کے جامع امام ابن ہشام نہ صرف روایات و اخبار پر نقد کرتے ہیں، بلکہ اپنے اصل مؤلف سے صاف اختلاف بھی کرتے ہیں۔ ایسے مقامات ضعف و نکارت کتاب ابن اسحاق / ابن ہشام کے تینوں اجزاء و مباحث میں جا بجا ملتے ہیں۔ مثلاً خانہ کعبہ کی تولیت اور مکہ مکرمہ کی سیادت سے خزاعہ کا اخراج اور قصی بن کلاب کی حلیل خزاعی سے رشتہ داری کا معاملہ ان کی نظر میں مشکوک ہے، کیونکہ وہ صرف خزاعہ سے مروی ہے، جس کی کسی دوسرے ماخذ سے تائید نہیں ہوتی: ”لم نسمع ذلک من غیرہم...“ اسی طرح قصی کے پانچ مناصب مکہ / ملأ قریش کا بیان مشتبہ ہے اور امامان سیرت چھٹے منصب قیادہ کا ذکر نہیں کرتے، جو بنو عبد شمس / بنو امیہ کا موروثی منصب تھا۔ مورخ ازرقی نے اس کی تصحیح کے علاوہ المطہون و الاحلاف میں قریش کی تقسیم کو غیر حقیقی بتایا ہے۔ وہ بنو ہاشم کی بے جا طرف داری اور بنو امیہ سے رقابت کا قصہ ہے، جو مابعد کے واقعات کے تناظر میں آیا ہے۔ ایسی دوسری روایات و اخبار بہت سی ہیں، جیسے ہاشم بن عبد مناف اور ان کے بھائیوں کا رُحْلۃ الشتاء والصیف، کا بانی ہونا، مواسم حج میں ہاشم کا رفادہ کا مال جمع کرنا، چاہ زمزم کے بارے میں عبدالمطلب بن ہاشم کا رویائے صادقہ دیکھنا اور عبد اللہ کی قربانی کی نذر ماننا اور ان کا ذبح ہونا، اولین شب زفاف میں حمل نبوی کا قرار پانا اور

بوقت ولادت معجزات کا ظاہر ہونا، اس سے متعلق مبشراتِ یہود و نصاریٰ اور کاہنانِ عرب کا مشہور ہونا وغیرہ۔ اسی طرح دوسری مزمومہ اور غیر ثقہ روایات ہیں، جیسے کفالتِ نبوی کے لیے عبدالمطلب کا ابوطالب کو وصیت کرنا، اولین سفرِ بصری اور قصہٴ بحیرا اور بعض دوسری روایات کو واقعات سمجھ لینا۔ کتاب المبعوث اور کتاب المغازی کے دونوں اجزاء و مباحث میں ان تنقیدی فقروں کا ذکر کم ملتا ہے کہ روایات و احادیث کا معیار بلند ہو گیا تھا۔ ۱۹

امام واقدیؒ کو محض جزئیات نگاری اور تفصیلات کے لیے مطعون کیا گیا ہے کہ اتنی تفصیلات کو چشم دید راوی بھی نہیں بیان کر سکتا۔ حالانکہ مولانا شبلیؒ اور دوسرے سیرت نگار اچھی طرح جانتے ہیں کہ واقعات کے شریک اور چشم دید صحابہ بھی صرف اپنے سامنے کے احوال و واقعات بیان کر سکتے تھے اور دوسرے میدانِ عمل یا میدانِ جہاد میں رونما ہونے والے واقعات کو جاننے سے قاصر تھے۔ یہ دراصل محقق و متلاشی حق اور جامع روایات و واقعات کا کام ہے کہ وہ منظر نامہ سے دور بیٹھ کر ان سب کا مطالعہ کرتا ہے۔ امام واقدیؒ کے بارے میں تمام سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ وہ روایات و واقعاتِ سیرت کی تلاش میں دیوانے تھے اور مواقع پر جا کر واقعات بالخصوص غزوات و سرایا کے مواقع و میدانِ کود دیکھتے تھے۔ وہ ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے متعلق ہر چیز کا پتہ لگاتے تھے۔ اسی بنا پر ان کے ہاں بہت سی نئی تفصیلات و اخبار ہیں اور وہ ان میں منفرد نہیں ہیں۔ محدثین میں امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں ان کی بنیادی توثیق کرتے ہیں اور دوسرے سیرت نگاروں، محدثین، مورخین اور صاحبانِ تالیف نے ان کو ہر دور میں قبول کیا ہے۔ امام واقدیؒ کو بسا اوقات بعد کے مؤلفین سیرت: بلاذری، طبری، ابن کثیر وغیرہ نے بطور حکم اور ناقد پیش کیا ہے اور ان کے فیصلہ کو ناطق جانا ہے۔ امام موصوف بالعموم فیصلہ دیتے ہیں کہ فلاں روایت غلط ہے، مثبت نہیں، ہمارے اور ہمارے اصحاب کے نزدیک مثبت، اجتماع علیہ روایت فلاں ہے، جیسے جناب عبداللہ بن عبدالمطلب کی تجارتِ شام سے واپسی پر وفات کا واقعہ، شادی کے لیے حضرت خدیجہ کی طرف سے سلسلہ جنابی، حضرت علی کا قبول اسلام وغیرہ۔

نئی نئی معلومات اور جزوی تفصیلات کا معاملہ بہت دلچسپ ہے۔ امام ابن اسحاق کی کتابِ سیرت کی متعدد روایات، خاص کر یونس بن بکیر، سلمہ بن فضل ابرش، محمد بن سلمہ حرانی

سیرت نبوی کے مآخذ پر جدید اردو تحقیقات

اور علی بن مجاہد کی روایات ابن اسحاق میں، موجود و محفوظ ہیں۔ حضرات ورقہ بن نوفل اسدی، زید بن عمرو بن نفیل عدوی وغیرہ کے بارے میں نئی معلومات ملتی ہیں، جو زیادہ بکائی کی روایت میں موجود نہیں ہیں۔ امام ابن ہشام نے اپنی بعض زائد روایات و واقعات کا مآخذ نہیں بتایا ہے، مثلاً ازواجِ مطہرات کا باب، کہ وہ یونس بن کبیر سے مآخذ و منقول ہے۔ یونس بن کبیر کی ایک روایت رسول اکرم ﷺ کے قبل بعثت ایک سفر طائف کا اہم واقعہ بیان کرتی ہے۔ امام سہیلی نے الروض الانف میں اسی روایت ابن اسحاق سے متعدد نئی معلومات دی ہیں اور امام طبری نے روایت سلمہ بن فضل ابرش سے اضافے کیے ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے ان کو زیادات علی السیرۃ سے تعبیر کیا ہے، جو سیرت ابن ہشام پر زیادات ہی کے مترادف و ہم معنی ہے۔ امام طبری نے اور امام سہیلی نے بھی ان میں سے مزمومہ روایات اور غیر معتبر واقعات کے بارے میں امام سیرت کے تنقیدی اشارے محفوظ رکھے، جن سے صحیح اور غلط کی تمیز کی جاسکتی ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت نبوی کا واقعہ امام طبری نے چار تلامذہ / رواۃ ابن اسحاق - سلمہ، یونس بن کبیر، المحارب، سعید بن یحییٰ اموی - کی روایات کی بنا پر پیش کیا ہے، جس میں بعض نئی اور دلچسپ تفصیلات ہیں۔

امام سہیلی، امام قسطلانی، امام حلبی اور امام زرقانی وغیرہ متعدد جامع اصحاب سیر کو اردو سیرت نگاروں نے اپنے مقدمات کتاب اور دوسرے مقالات و مباحث میں مختلف و متنوع مآخذ و مصادر سیرت و حدیث سے بیش قیمت معلومات، نئی نئی تفصیلات اور اہم ترین جزئیات پیش کرنے کا شرف دیا ہے اور اس کو ان سب کا طرہ امتیاز قرار دیا ہے (بلاشبہ یہ صحیح بھی ہے) تو امام واقدی کو بالخصوص اور امام ابن سعد، امام طبری اور دوسروں کو بالعموم ان کے لیے کیوں مطعون کیا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ ابن اسحاق اور ان کے معاصرین میں خاص کر رواۃ کتاب سیرت کے بعد زیادہ سے زیادہ معلومات مختلف مآخذ سے جمع کرنے کا رجحان پروان چڑھا اور سیرت نگاروں نے حدیث و تفسیر، تذکرہ و تراجم، انساب و اعلام وغیرہ کی کتابوں سے اضافے کیے۔ مصعب زبیری اور ان کے بھتیجے زبیر بن بکار بن عبد اللہ زبیری کی کتب نسب قریش بہت نادر معلومات رکھتی ہیں اور شعر و شاعری کے مجموعے بھی کچھ کم نہیں۔ متاخر سیرت نگاروں میں

ابن حزم اندلسی اور ابن عبد البر قرطبی نے بعض نئی قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ ابن کثیر کی سیرت بھی ایک قاموسِ معلومات ہے۔ جدید اردو سیرت نگاروں نے بالعموم ان سب سے استفادہ نہیں کیا اور نہ ان کی فنی مرتبت کو صحیح طور سے پہچانا۔ متاخر اور معاصر سیرت نگاروں کے ذہن و عقل اور قلب و قلم پر ابن اسحاق/ابن ہشام کا جادو ایسا چڑھا کہ وہ اسی کو تنہا اور واحد ماخذِ سیرت سمجھنے لگے اور اسی سے معلومات لے کر کتابیں لکھنے لگے، صرف کہیں کہیں بعض دوسرے ماخذ سے پیوند لگا دیتے ہیں۔ اردو سیرت نگاروں کا اصل ماخذ شبلی نعمانی ہیں اور تمام اختلاف و تنقید کے باوجود وہ ان ہی سے خوشہ چینی کرتے ہیں۔

ماخذِ سیرت نبوی پر جدید اردو سیرت نگاروں کی تحقیقات و نگارشات بلاشبہ قابلِ قدر ہیں، خاص کر شبلی کی تحقیقات۔ وہ ابھی تک بلاشبہ عہد ساز ناقدِ ماخذ اور مبصرِ مصادر ہیں۔ ان کی تمام فروگزاشتیں اور تسامحات اور معلومات کی کمی کو تسلیم کرنے کے باوجود ابن اسحاق پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اور عام مصادرِ سیرت پر ڈاکٹر محمود احمد غازی نے ایک قدم بڑھایا ہے، جو زمینِ شبلی ہی سے اٹھا ہے۔ ان عظیم اساطینِ سیرت پر ایک قابلِ قدر اضافہ دورِ جدید کے بعض محترم و ثقہ اور متعدد نوجوان و گم نام اہل قلم نے کیا ہے۔ ان کے متنی تحقیقِ ماخذ کے کارنامے اصلِ ماخذ اور ان کے مؤلفین کے کارناموں کو سمجھنے میں بہت معاونت کرتے ہیں۔ ان سے اصل مرتبت کا پتہ چلتا ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی، مطبع معارف دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۸۳ء، ۲۰/۱-۲۱ وما بعد؛ عبدالرؤف دانا پوری، اصح السیر، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، غیر مورخہ، ۲۹؛ محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، دارالکتب دیوبند، غیر مورخہ، ۸/۱ وما بعد نیز ۱۰۲ وما بعد؛ محمد حمید اللہ، محاکمہ ابن اسحاق، نقوش رسول نمبر لاہور، جنوری ۱۹۸۵ء، ۳۶۸-۳۷۲؛ محمود احمد غازی، محاضراتِ سیرت، الفیصل: لاہور، ۲۰۰۷ء، ۲۰۱-۲۰۲ وما بعد۔

۲۔ شبلی، ۲۷-۳۵۔ یہ قدماء کی تصنیفات تھیں۔ حاشیہ نگار کے مطابق ان میں سے اکثر کی تصنیفات ناپید ہیں۔ بعد کی تصانیف میں ان کی روایات کے حوالے ملتے ہیں۔ یہ فہرست

سیرت نبوی کے مآخذ پر جدید اردو تحقیقات

۳۷

تہذیب التہذیب وغیرہ سے مرتب کی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے محاکمہ ابن اسحاق اور اس پر بحث سے مزید تفصیل ملے گی۔

حافظ موصوف کی ایک مختصر سیرت چھپ گئی ہے۔ دوسری ضخیم کتاب الزہر الباسم فی سیرۃ ابی القاسم ابھی تک مخطوط ہے۔

۳

اصل عنوان کتاب ہے: کتاب الدرر فی اختصار المغازی والسير۔ تذکرہ صحابہ میں الاستیعاب بھی ایک ماخذ ہے۔

۴

یہ کتاب بنیادی طور سے ابن اسحاق اور واقدی کی کتب سیرت پر مبنی ہے، جیسا کہ ڈاکٹر غازی نے بھی کہا ہے۔

۵

صح السیر، ۲۹-۳۰ وما بعد؛ سیرۃ المصطفیٰ، ۸/۱ وما بعد اور ۱۰۲ وما بعد؛ محاکمہ ابن اسحاق، ۳۷۲-۳۶۸

۶

محمود احمد غازی، محاضرات سیرت، ۱۹۵-۲۳۷ وما بعد۔

۷

فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے مؤلفین سیرت ابن اسحاق/ ابن ہشام، واقدی، ابن سعد وغیرہ کی تمام روایات سے جو اعتنا کیا ہے وہ محدثانہ سے زیادہ مورخانہ ہے۔

۸

قدیم ترین تو نہیں ہے، البتہ مشہور اور مستند ترین ضرور ہے۔ امام ترمذیؒ نے بعض قدماء کی کتابوں کی بنیاد پر اس کو مرتب کیا ہے۔

۹

سید سلیمان ندوی نے واقدی کی ثقاہت و عدم ثقاہت پر دو اقساط میں مضمون لکھا ہے اور وہ شبلی کی تائید میں ہے۔ ملاحظہ کیجیے مقالات سلیمان، اعظم گڑھ، ۱۹۶۸ء

۱۰

سیرۃ النبی، ۱/۳۸-۸۵: اسباب خارجی کا اثر، مختلف روایات کی جمع و تطبیق، سلسلہ علت و معلول کی تلاش ضروری ہے۔

۱۱

صح السیر، ۲۹-۳۲۔ اس بحث و تجزیہ میں مولانا شبلیؒ سے خوشہ چینی واضح طور سے نظر آتی ہے۔ ان کے متعدد تبصرے صحیح نہیں ہیں، جن پر بحث آگے آتی ہے۔

۱۲

سیرۃ المصطفیٰ، ۱/۱۰۲-۱۰۵: مولانا شبلیؒ پر مولانا کاندھلوی نے سخت نقد بھی کیا ہے کہ وہ ابن سعد کے حوالے سے دروغ گو واقدی کی روایات لیتے ہیں۔ آگے روایات واقدی در سیرۃ النبی شبلی کے حوالے بقید صفحات ہیں۔ واقدی کو صرف ضعیف قرار دیا ہے۔

۱۳

نقوش رسول نمبر: ۱۱/۳۷۳-۳۹۱: ڈاکٹر موصوف نے امام سیرت پر محاکمہ کیا ہے، ان کی کتاب

۱۴

اور اس کی روایات پر نہیں کیا۔

۱۵ محاضراتِ سیرت، ۲۵۹-۲۸۵، نیز ابن اسحاق کے لیے ۷۳-۱۷۹ء، بعد میں ڈاکٹر غازی نے

متاخر کتبِ سیرت پر بحث کی ہے، جیسے ابن حزم کی کتاب جوامع السیرۃ اور جمہرۃ انساب العرب، سہیلی کی الروضۃ الانف، کلاعی کی کتاب الاكتفاء، ابن قیم کی اعلام الموقعین اور زاد المعاد وغیرہ۔

۱۶ حبیب الرحمن اعظمی، واقدی کے بارے میں اعتدال کی رائے، الفرقان، لکھنؤ، اگست ۲۰۰۵ء، نیز

واقدی پر مقالہ خاکسار، الفرقان، لکھنؤ، اکتوبر ۲۰۰۵ء

۱۷ بحث کے لیے ملاحظہ ہو: مقالات خاکسار، امام ابن اسحاق - حضرت شاہ کا اہم ترین ماخذِ سیرت،

تحقیقاتِ اسلامی علی گڑھ، اپریل-جون ۲۰۱۲ء، بحوالہ شاہ ولی اللہ، شرح تراجم ابواب، صحیح بخاری،

۱۲۹-۱۳۰: تاریخ طبری میں سیرت نبوی کے ماخذ، معارف، دسمبر ۲۰۱۰ء و جنوری ۲۰۱۱ء وغیرہ؛

مباحثِ غازی و محمد حید اللہ وغیرہ

۱۸ مولانا شبلی نے اپنے حاشیہ میں حافظ دمیاطی کا یہ بیان نقل کیا ہے، مگر مغلطی اور ابن حجر عسقلانی

کی بخاری تسامحات سے صرفِ نظر کر لیا۔ پھر محدثین کرام کو صرف چند غزوات و سرائی کی تاریخ کے

اختلاف سے سروکار ہے یا اسی طرح کے بعض جزوی معاملات سے۔ اجماع اہل سیر بہر حال

فیصلہ کن ہے، جیسا کہ بعض امامانِ حدیث نے محدثین کی ایسی روایات میں ان کے بعض رواۃ کے

وہم کی نشان دہی کی ہے۔

۱۹ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۱/۱۳۱ و ما قبل، ۱۴۱-۱۴۲ و ما بعد، ۱۵۴-۱۵۸، ۱۶۴ و ما بعد، ۱۸۰-۱۹۳

وغیرہ۔ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ مقالہ خاکسار ”سیرت ابن اسحاق / ابن ہشام کا تنقیدی

مطالعہ“، رودادِ سیمینار سیرت، منعقدہ دارالمصنفین، اعظم گڑھ، مارچ ۲۰۱۰ء، نیز کفالت نبوی پر

وصیت عبدالمطلب اور عبد اللہ کی ذبیح ہونے کی روایت پر مقالات بھی ہیں۔ شبلی، دانا پوری،

کاندھلوی اور متعدد دوسرے سیرت نگاروں نے، بالخصوص اردو سیرت نگاروں نے ان تمام

مزموعوں کو ضعیف و منکر روایات کو صحیح سمجھ کر بیان کیا ہے اور امامانِ سیرت کے تنقیدی اشاروں کو سمجھا

تک نہیں۔ امام واقدی کی متنی تنقید کے لیے ملاحظہ ہو، مقالہ ظفر احمد صدیقی، علامہ واقدی - فن

سیر کے امام، معارف اعظم گڑھ، نومبر ۲۰۱۰ء؛ محمد سعود عالم قاسمی، طبقات ابن سعد - ایک تجزیاتی

مطالعہ، معارف، اعظم گڑھ، اکتوبر ۲۰۱۰ء۔

